پروفیسر خالد شبیر احمد

اسلامی نظام میں حاکمیت اعلیٰ کا تصور

ہر متمدن انسان کسی نہ کسی نظم و ضبط کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔ اس لئے ہر فرد کی فطری طور پر یہ ایک دلی تمنا ہے کہ اس کا کسی نہ کسی مملکت یا کسی نہ کسی نظام کے ساتھ تعلق ہو۔ انسان فطرتاً سمجھتا ہے کہ اگر نظم و ضبط نہیں ہے تو پھر حقوق و فرائض، عدل و انصاف کا تصور بھی ممکن نہیں اس لئے جدید علم سیاسیات میں نظمِ حکومت کو ایک نمایاں اور بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ یہ نظمِ حکومت ایک ایسی ریاست کے اندر قائم ہوتا ہے جہاں پر ایک ایسی جماعت موجود ہو جو کسی معین علاقے میں قانونی اغراض کی تکمیل کے لئے زندگی بسر کرے۔ جہاں پر حاکم محکوم کا تعلق عادتاً پایا جاتا ہو، ریاست خارجی دباؤ سے آزاد اور خودمختار ہو۔ کیونکہ ریاست یا مملکت اگر کسی دوسری ریاست یا مملکت کی پابند ہوگئی تو وہ سیاسی طور پر ایک ریاست کہلانے کی حقدار نہیں رہتی۔

مملکت اپنی منشاء اور مقصد کو مؤثر طور پر بروئے کار لانے کے لئے اپنا سب کچھ جن لوگوں کے سپرد کرتی ہے وہ حکومت کہلاتی ہے۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ مملکت کے ارادے اور مرضی کو عملی جامہ پہنائے حکومتوں میں آئے دن تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں لیکن ریاست یا مملکت برقرار رہتی ہے۔ ریاست کو برقرار رکھنے والی یہ قوت عرفِ عام میں "حاکمیتِ اعلیٰ" کی قوت کہلاتی ہے جسے ہم اقتدارِ اعلیٰ بھی کہتے ہیں۔ انگریزی میں اسے SOVEREIGNTY کہا جاتا ہے۔

"اِقتدارِ اعلیٰ" ایک ایسی قوت کا نام ہے کہ معاشرے کی تمام قوتیں جس قوتِ اعلیٰ کے تابع ہوں اور وہ خود کسی کی تابع نہ ہو۔

اسلامی نظامِ حکومت میں، حاکمیت اعلیٰ یا اقتدارِ اعلیٰ کا تصور عام تصورِ اقتدارِ اعلیٰ سے یکسر جدا اور مختلف ہے کیونکہ اسلام میں اقتدارِ اعلیٰ کی قوت خداوند تعالیٰ کی قوت ہے۔ خدا ہی وہ مقدس ہستی ہے جس کو ہم قادرِ مطلق اور مقتدرِ اعلیٰ کہہ سکتے ہیں، جو ہر لحاظ سے جامع، مکمل، منفرد ہے۔ جس پر زوال نہیں جو اپنے کسی عمل کیلئے کسی کے سامنے جوابدہ نہیں اور باقی ہر شخص ہر کام کے لئے اُس کے سامنے جواب دہ ہے جس کے

سامنے بظاہر مطلق العنان شہنشاہوں کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس لئے اسلامی نظام حکومت میں ریاست کی مقتدرِ اعلیٰ یا حاکمِ اعلیٰ خداوندِ کریم ہی کی ذاتِ اقدس ہے اور ریاست کے اندر خداوندِ تعالیٰ کے سوا کسی اور فرد یا ادارے، گروہ یا جماعت کا کوئی حکم قابلِ اطاعت نہیں۔ اسلامی نظام حکومت میں یہ نظریہ ایک بنیادی پتھر کی حیثیت رکھتا ہے جس پر سارا قصرِ حکومت قائم ہے۔

قرآن پاک میں جابجا اسلام کے اس تصورِ حاکمیتِ اعلیٰ کا ذکر موجود ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق قرآن پاک میں ۲۲ آیات ایسی ہیں جن میں خدا کی حاکمیت کا ذکر کیا گیا ہے۔ جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا (انعام)

ترجمہ: "پھر کیا میں اللہ کے سوا کوئی حاکم تلاش کروں، حالانکہ اس نے اُتاری ہے تم پر کتاب واضح۔"

(۲) اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ، اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ (یوسف: ۴۰)

"حکم اللہ کے سوا کسی کا نہیں ہے۔ اس کا فرمان ہے کہ خود اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو"

(۳) اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ (اعراف)

"پیروی کرو اُس قرآن کی جو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا ہے اور اسے چھوڑ کر دوسرے سرپرستوں کی پیروی نہ کرو۔"

(۴) وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (مائدہ)

"اور جو اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں۔"

غرضیکہ ایسی آیات پورے قرآن کے صفحات پر موجود ہیں جن سے واضح طور پر اسلام کا تصورِ حاکمیتِ اعلیٰ اُبھرتا ہے ایسی تمام آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قانون اور حاکمیت کا حق صرف اور صرف خداوندِ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات کے لئے مخصوص ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کرنے کا دوسرا نام اسلام ہے اور اس کے انکار کا نام ہی کفر ہے۔

قرآنِ پاک کے بعد دینِ اسلام کے دوسرے ماخذ حدیث میں بھی اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا تذکرہ ہے۔ ایسی احادیث کی تعداد سینکڑوں تک پہنچی ہے۔ جن میں سے چند پیش کی جاتی ہیں۔

① وَرَیکَ خاصَمتُ و الیکَ تحاکمت ۔

میں تیری مدد سے بحث کرتا ہوں اور تیری وحی پہ فیصلہ کرتا ہوں ۔

یہ فقرہ اُس لمبی دعا کا حصّہ ہے جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ حضور تہجد کے وقت اللہ کے حضور کیا کرتے تھے ۔ ابن حجرؒ نے تحاکمتُ کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تمام تنازعات و معاملات کا فیصلہ خدا کے حکم کے مطابق کرنا ، جس کی روشنی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اس طرح سے ہے کہ میں تمام معاملات اور تنازعات کا فیصلہ تیرے حکم کے مطابق کرتا ہوں ۔ جاہلیّت کی مشرکانہ رسومات کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا

② اُم الحصینؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حجۃ الوداع کے موقعہ پہ سنا کہ اگر تمُ پہ ایک نکٹا سیاہ فام بھی امیر مقرر کیا جائے تو اس کی اطاعت کرو ، بشرطیکہ وہ تمہاری قیادت اللہ کی کتاب کے مطابق کرتا ہو ۔

③ ابو ایوب انصاریؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

کتاب اللہ کی تابعداری اپنے اُوپر لازم کر لو ، اُس کے حلال کو حلال سمجھو اور اس کے حرام کو حرام ۔

قرآن و احادیث کے ان حوالوں سے یہ حقیقت مستحکم ہو جاتی ہے کہ اسلام میں کسی فرد ، کسی ادارے ، کسی قوم کسی گروہ ، کسی برادری یا پھر کسی سیاسی جماعت کی حکمرانی کا کوئی تصور موجود نہیں ہے ۔ بلکہ اس کے برعکس ایک ایسی جماعت کو اسلامی معاشرے کے اندر فوقیت حاصل ہے جس کا عمل اُن کے ایمان کے مطابق ہے ۔ جن کے اندر خدا کا خوف اور تقوٰی کی صفت موجود ہوتی ہے ۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ خدا کی حاکمیت اعلیٰ (اسلام کے مطابق) اسلامی معاشرے کے اندر صرف اللہ کے نیک اور متّقی لوگوں کو بطور امانت دے دی جاتی ہے تا کہ وہ اسلامی دائرہ کے اندر محدود ہو کر اللہ کی حاکمیت کو لوگوں پہ قائم کریں ۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کا ایک قول اس طرح سے ملتا ہے جس سے اسلام کا مفہوم واضح ہوتا ہے ۔

"اسلام کا مفہوم کیا ہے ، حکومت الٰہیہ کے احکام کی حکمرداری ، مکمل اطاعت امن و سلامتی کے نظام کا قیام ہے ۔" (فقہ اکبر)

چنانچہ آپ کے ان ارشادات میں اسلام کے تصور حاکمیت کی وضاحت کو تلاش کیا جا سکتا ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ خدا کے حکمبردار بندے مل کر دنیا کی شیرازہ بندی کی طرف متوجہ ہوں اور خدا کی حکمداری

سے قانون " اطیعوا اللہ " سے پابند بن کر اجتماعی واجبات کو پورا کریں تاکہ دنیا امن و سلامتی کا گہوارہ بن جائے۔

نبوّت

حکومتِ الٰہیہ یا اسلام کے حاکمیتِ اعلیٰ کے تصوّر کو اُس تک نہیں سمجھا جاسکتا۔ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے سیاسی پہلو کو پیشِ نظر نہ رکھا جائے، کیونکہ زندگی کے اسی حصّہ میں ہم انہیں خدا کی حاکمیت کو عملی طور پر قائم کرتے ہوئے دیکھتے ہیں اور ویسے بھی اسلامی ریاست یا حاکمیت اعلیٰ کی بُنیاد نبوّت پر رکھی گئی ہے۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ کا ارشاد ہے کہ "اسلام کی حکومت کی اصل نبوّت ہے" اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی حکومت الہام کی قوت سے فیض یاب ہوتی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر آنے والے نبی نے نبوّت کی بنیادوں پر لوگوں کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ آخری نبی ہیں۔ اس لئے آپکی حیاتِ طیبہ اس میدان میں ہماری مکمل رہنمائی کرتی ہے۔ جس کی روشنی میں حکومت الہیہ، خدا کی بالادستی یا خلافتِ الٰہی دراصل ایسی حکومت ہے جو خدا کے پیغمبروں اور اُن کے جانشینوں کی حکومت ہو، یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں ایسی حکومت کو حکومت نہیں بلکہ خلافت سے موسوم کیا گیا ہے۔ کیونکہ حکومت کے مفہوم میں بندوں کی حکومت کا تذکرہ ہے جبکہ خلافت کے مفہوم میں بندوں کی بجائے خدا کی حکومت کا ذکر ہے۔

قرآن پاک میں اللہ کی حکومت اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمّہ داریوں کا ذکر ہے جس کے متعلق علامہ آلوسی بغدادی کہتے ہیں:

"کہ اس میں شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت درحقیقت خدا کی حکومت ہے۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے ہر شعبہ میں جو خدائی ھدایت ہم تک پہنچائی ہے اُس میں نظمِ حکومت کے بارے میں بھی بہت کچھ موجود ہے۔ جس کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ خلافت میں حکومت ھماری دینی تعلیمات کے اظہار کا مظہر بنتی ہے۔ اس لئے حکومت کی یہ قوّت اس وقت تک اسلامی قوّت بن کر نہیں اُبھر سکتی جب تک اس قوت کا انحصار نبوّت پر نہ ہو، وہ سب کچھ اسلامی نظمِ حکومت کے اندر موجود ہے جو دین کے مطابق ہے اور وہ سب کچھ اسلامی حکومت سے باہر ہے جو دینِ اسلام سے باہر ہے۔ جس طرح چاند کی اپنی روشنی نہیں ہوتی وہ پوری روشنی سورج سے لیتا ہے اور پوری دنیا کو روشن کرتا ہے۔ بالکل اسی طرح اسلام کی حکومت میں حکومت کرنے والوں کا اپنا کچھ بھی نہیں ہوتا بلکہ وہ سب کچھ

اسلام کی ہدایت کے مطابق کرتے ہیں۔ اس لئے اسلام کے تصورِ حاکمیت کی بنیاد نبوّت پر ہے۔

امانت

قرآنِ پاک میں حکومت کے لئے ایک لفظ امانت کا بھی استعمال ہوا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام کے تصورِ حاکمیتِ اعلیٰ میں حاکمیت کے تمام تر حقوق خداوند تعالیٰ کے لئے ہی مخصوص ہیں۔ خدا کی طرف سے یہ حق امانت کے طور پر خدا کے نیک بندوں کو ملتا ہے، لیکن یہ امانت ایک سنگین امانت ہے۔ علامہ زمخشری کے نزدیک "یہ امانت عظیم القدر، سنگین اور گراں بار ذمہ داری ہے۔" امانت سے مُراد یہاں "اطاعت" ہے، اللہ کے حکم اور اتباعِ حکم کی اطاعت۔ علامہ ابو حیّان غرناطی کے الفاظ میں "انسان ہی عظیم و جلیل ذمہ داریوں کا مکلّف ہے۔" اس بات کا شدید احساس اور اس احساس کے ساتھ ساتھ حکومتِ الٰہیہ کے احکامات سے وفاداری امانت ہے۔ جب تک حکم کی اطاعت کی جائے امانت باقی رہے گی اور اسلام کا تصورِ حاکمیت اعلیٰ قائم رہے گا۔ زید بن اسلم کی تحقیق بھی یہی ہے کہ نظریۂ امانت کا تعلّق حکومت کے کارپردازوں سے ہے۔ امانت یہ ہے کہ حکومت کی جملہ ذمہ داریوں اور عوام کے حقوق کے لئے فرض شناسی کے ساتھ کام کیا جائے اور اس کام کو دین اور قانون کے مطابق پورا کیا جائے۔ اسلامی نظامِ حکومت میں اسلامی تصورِ حاکمیت اعلیٰ کی اس وقت تک تکمیل نہیں ہو سکتی جب تک حکومت کو خدا کی امانت سمجھ کر اُس سے خدا کی رضا کا کام نہ لیا جائے۔ اب عام حالات میں بھی امانت کسی ایسے فرد کے سپرد کی جاتی ہے جو ہر لحاظ سے صاحبِ کردار ہو، با اعتماد ہو تو حکومت کا معاملہ تو ہر لحاظ سے اس سے کہیں زیادہ اہم ہے۔ اس لئے حکومت کی امانت تو صاحبِ کردار، متقی اور نیک لوگوں کے علاوہ کسی دوسرے کے سپرد نہیں کی جا سکتی۔ یہاں پر یہ بات بھی واضح رہے کہ جمہوریت میں نہ تو حکومت خدا کی امانت ہے اور نہ ہی اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ نیک بندوں کے پاس رہے۔ بلکہ اکثریت جس کو چاہے، جب تک چاہے حکومت دے سکتی ہے، اس کے برعکس اسلام میں حکومت کا یہ تصورِ امانت کس قدر اہم ہے اس کی نشان دہی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ایک واقعہ سے ہوتی ہے۔ احادیث میں بھی اس واقعہ کا تذکرہ ملتا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بوڑھا عیسائی طفیل ابنِ عامر آیا اور اس نے کہا کہ اے خدا کے پیغمبر اگر تو اپنے مرنے کے بعد عرب کی حکومت کی باگ ڈور میرے سپرد کر دینے کا عہد کرلے تو میں ابھی مسلمان ہوتا ہوں۔ آپؐ نے سن کر ارشاد فرمایا کہ "اسلامی حکومت کی باگ ڈور تو خود میرے ہاتھ میں بھی نہیں ہے میں تیرے ہاتھ میں کیا دونگا" حضورِ اکرم کے اس ارشاد سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام کے مطابق "حاکمیتِ اعلیٰ" تو اُس

کے پاس بھی نہیں ہوتی جو بظاہر حکومت کرتے ہوئے نظر آتا ہے بلکہ حاکمیتِ اعلیٰ تو اصل میں خداوندکریم کے پاس ہے اور خلیفۂ وقت خدا کی حاکمیت کو خدا کی منشاء اور مرضی کے مطابق چلانے کا پابند ہے ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی اگر اسلامی حکومت کی باگ ڈور نہیں ہے تو پھر قیامت تک کے لئے کوئی دوسرا مسلمان اس بات کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اسلامی حکومت کی تمام تر قوت اُس کے پاس مجتمع ہو چکی ہے ۔ یہی بات اسلام کے تصورِ حاکمیت کو عام تصورِ حاکمیت سے جدا کرتی ہے ۔ حدیث اور تاریخی اعتبار سے بھی اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ اسلام میں حکومت کے اظہار میں امانت کو بڑا دخل ہے ۔ حضرت ابوذر رض کا بیان ہے کہ میں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے بھی حکومت کا کام سپرد کیا جائے ۔ اس کا جواب ملا "ابوذر! حکومت امانت ہے ۔ یہ ہر شخص کو نہیں دی جا سکتی ۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ :

"امام کی ذمہ داری یہ ہے کہ خدا کے قانون کے مطابق حکومت کرے امانت کو ادا کرے اور جب امام امانت کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے حکومت کرے تو پھر عوام کی ذمہ داری یہ ہے کہ اس کے حکم کو سُنیں اور اطاعت کریں ، اور جب وہ میدانِ عمل میں بلائے تو اسکی آواز پر لبیک کہیں ۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول اِس طرح سے ہے :

"جو شخص حکومت کی ذمہ داریوں کو مناسب صورت میں تقسیم نہیں کرتا وہ اللہ ، رسول اور مسلمانوں کے حق اور اُنکی امانت میں خیانت کرتا ہے ۔"

انصاف اسلام کے تصورِ حاکمیتِ اعلیٰ کا تیسرا بنیادی اصول عدل وانصاف ہے جس کے بغیر حاکمیتِ اعلیٰ کا یہ تصور ہرگز مکمل نہیں ہے ۔ قرآن نے جہاں حاکمیت کو امانت کہا ہے وہیں اس امانت کو دیانت اور انصاف کے ساتھ ادا کرنے کا حکم بھی دیا ہے کہ جب تم لوگوں کے درمیان حکومت کے لئے کام کرو تو انصاف کے تمام تر تقاضوں کو مدِنظر رکھو ۔

إذا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ

اسلامی تصورِ حاکمیتِ اعلیٰ اس وقت تک مکمل نہیں ہے ۔ جب تک اسلام کے نظمِ حکومت ، نظمِ معیشت ، نظمِ معاشرت میں عدل وانصاف ، عدل واحسان کی مکمل طور پر کارفرمائی نہیں ہوتی ۔ عدل بشر کا ایک فطری

تقاضا ہے جس کا پورا کرنا حکومت کا فرض ہے ۔ ماہرین نفسیات و سیاسیات اس بات پر متفق ہیں کہ :

"انسان بغاوت پر اُس وقت آمادہ ہوتا ہے ۔ جب اس کے ساتھ عدل و انصاف نہیں ہوتا" اس بغاوت کو روکنے کے لئے اور افراد کے اندر اعتماد پیدا کرنے کے لئے خالقِ انسانیت نے اسلام کی تعلیم کی روشنی میں اسلامی حکومت کو عدل و انصاف کی بڑی شدت کے ساتھ تلقین کی ہے ۔ یہ انصاف کی اہمیت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا :

"پہلی قومیں محض اس لئے ذلیل و رسوا ہو کر تباہی سے ہمکنار ہو گئیں کہ اُن کا قانون محض کمزور و ناتواں لوگوں کے لئے تھا ۔ خدا کی قسم اگر میری اپنی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اُس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا ۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور موقعہ پر عدل و انصاف کی اہمیت اس طرح سے واضح کی :

"مجھ کو سب سے زیادہ محبوب قیامت کے روز مجھ سے قریب تر امام عادل ہو گا اور مجھ کو سب سے زیادہ مبغوض اور سب سے زیادہ عذاب میں قیامت کے دن ظالم حکمران ہو گا ۔"

ایک جگہ ارشاد فرمایا :

"خدا ایک کافر مگر ایک عادل حکمران کو تو برداشت کر لیتا ہے ۔ مگر ایک ظالم حکمران کو برداشت نہیں کرتا ۔ خواہ ، وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو ۔"

عدل و انصاف اسلامی حکومت (ایسی حکومت جس میں اسلام کے تصورِ حاکمیت اعلیٰ کے مطابق عمل ہو رہا ہو) میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے ۔ اسلامی حکومت میں ہر عامل اور حکومت کے ہر کارکن کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے کے لئے عدل و انصاف سے کام لے ۔ نہ تو کسی سے خوف کھائے اور نہ ہی کسی کے ساتھ رعایت کرے ۔ اسلامی حکومت کو ہر لحاظ سے خدا کے تمام قائم کردہ عدل کی ایک مکمل تصویر ہونا چاہیئے

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسندِ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد اپنے پہلے خطبہ میں ہی عدل و انصاف کی اہمیت کو اس طرح واضح کر دیا تھا :

"اور تم میں جو بے اثر ہیں ، میرے نزدیک وہ با اثر ہیں ، یہاں تک کہ میں اُن کا حق واپس نہ دلا دوں (انشاء اللہ) اور تم میں جو با اثر ہیں ۔ وہ میرے لئے بے اثر ہیں یہاں تک کہ میں

اُن سے دوسروں کا حق وصول نہ کرلوں۔"

اس طرح اسلام کے دوسرے خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ حکومت میں ایک خطبے میں ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! میں تمہارے معاملات کا ذمّہ دار بنایا گیا ہوں۔ میری طبیعت کی مشہور سختی اور زیادہ بڑھ گئی ہے لیکن اب یہ ظالموں اور نیک لوگوں پر زیادتی کرنے والوں کیلئے ہوگی۔ باقی رہے وہ لوگ جو سلامت روی اور میانہ روی کی زندگی بسر کریں گے، تو اُن کے لئے اس سے بھی زیادہ نرم ہوں گا۔ جتنے وہ آپس میں ایک دوسرے لئے ہو سکتے ہیں۔ میں کسی شخص کو دوسرے پر ظلم و زیادتی کرنے کا موقع نہیں دوں گا۔ اگر کوئی شخص اس قسم کی جسارت کریگا، تو میں اس کا ایک گال زمین پر رکھوں گا اور اس کا دوسرا گال اپنے پاؤں کے نیچے دبا دوں گا یہاں تک کہ وہ حق کے آگے جھک جائے، اور اس تمام سختی اور سخت گیری کے باوجود میں اہلِ دیانت کے لئے خود اپنا گال ہمیشہ زمین پر رکھوں گا۔"

ان تمام معروضات کی روشنی میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ اسلام کے تصوّرِ حاکمیت اعلیٰ کی بنیاد تین اہم اُصولوں پر ہے:

۱۔ نبوّت۔ ۲۔ امانت۔ ۳۔ عدالت۔ جہاں یہ تینوں اُصول جمع ہو جائیں وہاں اسلامی حاکمیّت اعلیٰ کا تصوّر مکمّل ہوتا ہے۔ دنیا میں کوئی حکومت اس وقت تک اسلامی حکومت کہلانے کی دعویدار نہیں ہو سکتی۔ جب تک اس کے عامل اور کارکن (صدرِ ریاست سے لیکر چپڑاسی تک) اپنی ذمّہ داریوں کو خدا کی امانت خیال کرتے ہوئے عدل و انصاف کے تمام تقاضوں کو پورا نہیں کرتے۔ امام ابو حنیفہؒ نے ٹھیک ارشاد فرمایا ہے:

"اسلام کا مقصد سوائے اسلام کی حکومت کے اور کچھ نہیں ہے اور اسلامی حکومت کا مقصد سوائے خدا کی خوشنودی کے اور کچھ نہیں ہے۔"

اگر کسی ریاست کے اندر مسلمانوں کے درمیان حکومت کے تمام معاملات کو محض خدا کو خوش کرنے یا اُس کی رضا کے لئے سرانجام دیا جا رہا ہے تو اُسے ہم صحیح اسلامی حکومت یعنی خلافت کہیں گے۔ کیونکہ ایسی صورت میں اسلام کے تصوّرِ حاکمیتِ اعلیٰ کے عین مطابق کام ہو رہا ہے کہ ایسی حکومت میں خدا کے علاوہ اُس کے حق حکومت میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔ ورنہ دوسری صورت "شرک فی الحکومت" ہے اور شرک کسی قسم کا ہو ایسا

گناہ ہے جس کو خدا کبھی معاف نہیں کرتا۔ علامہ اقبال نے درست فرمایا ؎

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے بس وہی باقی بتانِ آذری

اسلامی حاکمیتِ اعلیٰ کا مفہوم مختصر الفاظ میں اس طرح سے بیان ہوگا:
"خدا کی حکومت، خدا کے نیک بندوں کے ذریعے، خدا کی خوشنودی کیلئے"

بقیہ: صلا

آج کمیونزم کے ناہموار فرزند شرمندگی سے منہ چھپاتے پھر رہے ہیں جس دین کو اپنے وطن سے اپنی دانست میں انہوں نے نکال باہر کیا تھا۔ وہ دین نئی قوت کے ساتھ اُبھر رہا ہے۔ کیونکہ فیصلہ خداوندی بھی یہی ہے کہ جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا بے شک طاغوت مٹنے ہی کے لئے ہے۔ (القرآن)

سید عطاء المومن بخاری مدظلہ، تلہ گنگ میں مختصر قیام اور احرار کارکنوں اور معززین شہر سے ملاقات کے بعد واپس ملتان کے لئے روانہ ہوگئے۔

جانشینِ امیر شریعت مدظلہ، کے لئے

دعاءِ صحت

قائدِ احرار جانشینِ امیر شریعت حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری مدظلہ، یکم مارچ کو احمد پور شرقیہ سے رحیم یار خان جاتے ہوئے کار کے حادثہ سے دوچار ہو گئے ہیں۔ آپ کی پسلیاں مجروح ہوئی ہیں۔ آپ کے دیگر تین ہمسفر ساتھی بھی زخمی ہوئے ہیں۔ احباب اُن کی صحت یابی کے لئے دُعا فرمائیں۔ (ادارہ)